Scholar Insight Journal
https://scholarinsightjournal.com/
Volume.3, Issue.1 (March-2025)

HEC Pakistan Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

The Creative Presentation of Antiquities in Iqbal's Poetry: An Aesthetic Analysis

اقبال کی شاعری میں آثار قدیمہ کی تخلیقی پیشکش: ایک جمالیاتی تجزیہ

Muhammad Asad Ishtiaq
M.Phil Urdu Scholar, Superior University Faisalabad Campus
asadjoiyya@gmail.com
Mubshar Saeed
Assistant Professor, Superior University Faisalabad Campus
mubasharsaeed55@gmail.com

Abstract:
Iqbal's Urdu poetry intricately weaves together antiquities with profound historical insight, reflecting his deep engagement with the past through a poetic lens. Central to his works is the theme of *Aasar e Qadeema* (آثارِ قدیمہ), which symbolizes the relics, monuments, and lost grandeur of bygone civilizations. Iqbal's verses traverse a vast array of historical sites, from the ruined Islamic heritage in Sicily to the splendid Qutb Shahi monuments of Hyderabad, the revered Mosque of Cordoba, and Napoleon's mausoleum. Each of these relics serves as a symbol of cultural achievement and decline, with Iqbal mourning the loss of past glories while urging contemporary Muslims to reconnect with their rich heritage. His poetry reflects not only a lament for the fading splendor of empires but also an awakening call to revitalize a sense of pride and purpose. The ruins and monuments he references are not mere physical structures; they are powerful metaphors for the transience of empires and the enduring spirit of history. Through his elegant and poignant verses, Iqbal captures the essence of these ancient legacies, reminding his audience of the cyclical nature of history and the lessons embedded in the past. His work offers a timeless reflection on the importance of cultural continuity and the need for present generations to engage with their historical roots to reclaim the glory that once was.
Keywords: Iqbal, Urdu poetry, Aasar e Qadeema, relics, monuments, cultural heritage, historical insight, Islamic heritage, decline, legacy.

تعارف:

آثار قدیمہ کے الفاظ بنیادی طور پر عربی زبان سے تعلق رکھتے ہیں آثار کا مادہ "اثر" ہے جبکہ قدیمہ کا مادہ "قدم" ہے۔ "اثر" کا مطلب ہے سنت نبوی صلی اللہ علیہ والہ وسلم، تاثیر، نشان، زخم کا داغ، کھنڈر، کھوج جمع اس کے آثار، اثرات جبکہ قدم کا مطلب ہے ہمیشگی، قدامت، کہنگی، پرانا پن، خدا کی ایک صفت۔

ماہرین لغات ولسانیات نے تلمیح کے سلسلے میں کچھ اس انداز سے اپنی آرا کا اظہار کیا ہے۔

HEC Pakistan Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

☆۔فرہنگ آصفیہ :

مولوی سید احمد دہلوی "فرہنگ آصفیہ "میں آثار قدیمہ بارے یوں رقم طراز ہیں :

"پرانی عمارتیں، پراچین منڈل اور قلعے وغیرہ آثار منادیدا گلے زمانے کے نامیوں کے بنے ہوئے شاندار مکانات جو بطور یادگار قائم ہیں۔ جن کے قیام اور مرمت کے واسطے لارڈ کرزن صاحب نے ایک محکمہ آثار قدیمہ کے نام سے قائم کر کے انہیں برقرار رکھا"(۱)

☆۔عصری لغت :

پروفیسر عبدالحق نے عصری لغت میں ارقام کیا ہے کہ "کھنڈرات"،"پرانی عمارتیں " (۲)

☆۔فرنگ عامرہ:

محمد عبداللہ خان خویشگی لکھتے ہیں۔

"قدیمہ -پرانے نشانات"(۳)

☆۔نوراللغات :

مولوی نورالحسن نیر (مرحوم)نے "آثار"کی تعریف یوں کی ہے۔

"اثر کی جمع، صحابہ کرام کے اقوال وافعال، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، احادیث، امد قدیم، ہمیشہ کا ازلی جس کی کوئی ابتدا نہ ہو"۔(۴)

اگر ہم ادب میں آثار قدیمہ کی پیشکش کا جائزہ لیں تو اندازہ ہوتا ہے کہ سب سے قبل سومیر کے باشندوں نے ایسے ادب پارے تخلیق کیے، جو شہروں اور ملک کی تباہی کے نوحوں شہر آشوب کی ذیل میں آتے ہیں۔ عالمی لٹریچر میں "شہر آشوب "کی اولین معلوم تحریری مثال وہ نوحہ ہے جو لاگاش شہر کی بربادی پر کہا گیا تھا۔یہ قدیم ترین نوحہ مٹی کی ایک تختی پر لکھا ہوا دستیاب ہوا ہے۔

ابن حنیف نے اس کا ذکر "دنیا کا قدیم ترین ادب"(دوم) میں کیا ہے:۔

"سومیر کی تباہی کا یہ طویل نوحہ پانچ "کردگو"یعنی"بند"پر مشتمل ہے۔یہ نوحہ تقریبا پانچ سو سے زائد مصروں پر محیط ہے۔ ہر بند 115 مصروں پر مشتمل ہے نظم کے ابتدائی حصے میں سومیر کے باشندوں کے چار اہم ترین معبودوں کا ذکر ہے اور دوسرے بند میں شہر کی تباہی کا ذکر ہے۔"(۵)

سومیر ایک قدیم شہر جو آج سے 4ہزار یا3500 قبل مسیح بابل سے تقریبا140 میل جنوب میں موجود دریائے فرات سے دس میل کے فاصلے پر آباد تھا۔ بائبل کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی شہر میں پیدا ہوئے۔ آپ نے یہاں سے طویل ہجرت کا آغاز کیا اور پھر کبھی لوٹ کر نہ آئے۔سومیری روایت کی رو سے عراق (سومیر) میں سیلاب عظیم آیا تھا اور یہی سیلاب الہامی کتب کی روح سے بعد کے زمانوں میں طوفان نوح علیہ السلام کہلایا۔اس شہر کے کھنڈرات سب سے پہلے ٹیلر نے 1955ء میں برآمد کیے پھر 1966ء میں وسیع کھدائیاں ہوئیں۔اسی طرح ہماری زبان

(اردو) کے پہلے شاعر سلطان محمد قلی قطب شاہ نے بھی چاہ یوسف کو اپنے شعر میں یوں استعمال کیا ہے۔

محمد قلی قطب شاہ رقم طراز ہیں کہ:

عزب کے چہ میں پڑیا یوسف ابز کا ہور
جگہ سبھیں یعقوب کے نین نمن اندکار
آگ براہیم کا بجک ہوا پھول بن
رہن سو تس آگ کا ہے دھنویکا دھند کار (۶)

آثار قدیمہ کی تاریخ کا مطالعہ ہمیں ماضی کا شعور دیتا ہے اور حال و مستقبل کے لیے بصیرت عطا کرتا ہے۔ اقبال کو بھی ماضی سے گہری وابستگی ہے وہ ماضی کو آثار قدیمہ کے پردے میں بازیافت کرتے ہیں۔اقبال جب آثار قدیمہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو قوموں کے عروج و زوال کو تلاش کرتے ہیں۔ مزید برآں وہ مسلم تاریخ کے آثار قدیمہ کے ساتھ جب دیگر اقوام کے آثار قدیمہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو وہ اقوام کی تاریخ اور اخلاقیات کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں۔

اقبال کے اردو کلام میں آثار قدیمہ کے تذکرے کا اجمالی جائزہ پیش کیا جاتا ہے۔

جزیرہ سسلی (یورپ)

جزیرہ سسلی جو کبھی عرب مسلمانوں کی حکمرانی میں تھا۔اقبال یورپ کے سفر میں جب جہاز پر سوار سسلی کے جزیرے کے پاس سے گزرے تو انہوں نے "صقلیہ" نظم لکھی۔انہوں نے اس میں اسلامی تہذیب و تمدن کو وہاں سے مٹ جانے کا ایک طرح کا یہ نوحہ کہا ہے۔

بقول اقبال:

نظم:صقلیہ

آہ اے سسلی سمندر کی ہے تجھ سے آبرو
رہنما کی طرح اس صحرا کے پانی میں ہے تو
ہے تیرے آثار میں پوشیدہ کس کی داستاں
تیرے ساحل کی خموشی میں ہے انداز بیاں
درد اپنا مجھ سے کہہ، میں بھی سراپا درد ہوں
جس کی تو منزل تھا، میں اس کارواں کی گرد ہوں
رنگ تصویر کہن میں بھر کے دکھلا دے مجھے
قصہ ایام سلف کا کہہ کے تڑپا دے مجھے
میں ترا تحفہ سوئے ہندوستاں لے جاؤں گا
خود یہاں روتا ہوں، اوروں کو وہاں رلواؤں گا (۷)

HEC Pakistan Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

اقبال اس نظم میں جزیرہ سسلی جو کبھی اسلامی تہذیب و تمدن کا مرکز تھا کا ذکر کرتے ہیں جس کا آج نام و نشان باقی نہ رہا اس پر جتنا ماتم کیا جائے کم ہے۔اللہ تعالی جزیرہ سسلی کی بربادی کے رموز و اسرار کو جاننے والا ہے۔تقدیر نے اس پر ماتم کرنے کی سعادت اقبال کو بخشی ہے۔اقبال سسلی کے جزیرے میں پرانی نشانیوں یعنی یادگاروں میں چھپی ہوئی کہانی کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ سمندر کا چپ چاپ ساحل بھی اپنی زبان حال سے پکار رہا ہے کہ کبھی وہاں پر مسلمان فاتح اترے تھے جن کی داستانیں مختلف آثار کی صورت میں اب بھی سسلی کے ساحلوں اور اندرون میں پھیلی ہوئی ہیں۔

اے جزیرہ سسلی میں تیرا دکھ سمجھ سکتا ہوں تجھے دکھ اس بات کا ہے کہ کبھی تجھ پر مسلمانی پرچم لہرا رہا تھا جو اب نہیں ہے۔اقبال نے اس نظم میں مسلمانوں کے ماضی کی شان و شوکت بیان کی ہے اور آج ان کی بربادی کا ماتم کرتے ہوئے کہا ہے کہ اے جزیرہ میں تیری سوغات ہندوستان کی طرف لے جاؤں گا اور تیری کہانی سنا کر خود بھی روؤں گا اور دوسروں کو بھی رلاؤں گا۔

قطب شاہی دور کی تعمیرات

حیدر آباد دکن ہندوستان میں دیکھنے لائق کئی تعمیرات ہیں جو کہ قطب شاہی خاندان نے تعمیر کروائی جن میں سب سے مشہور "چار مینار" ہے۔چند اور میں

1. مکہ مسجد
2. سالار جنگ میوزیم
3. گولکنڈا چو محلہ پیلس
4. گگن محل
5. قطب شاہی مقبرے
6. برلا مندر

وغیرہ شامل ہیں۔

اقبال کی یہ طویل نظم ان دنوں کی یادگار تخلیق ہے جب بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں حیدر آباد گئے۔انہوں نے نظم "گورستان شاہی" میں قطب شاہی خاندان کے بادشاہوں کی قبروں اور گنبدوں اور جنوبی ہند میں گولکندہ شہر کے قلعے کا تذکرہ کیا ہے۔

نظم: گورستان شاہی

آسماں بادل کا پہنے خرقہ دیرینہ ہے

کچھ مکدر سا جبین ماہ کا آئینہ ہے

چاندنی پھیکی ہے اس نظارۂ خاموش میں

صبح صادق سو رہی ہے رات کی آغوش میں

آہ! جولاں گاہ عالم گیر یعنی وہ حصار
دوش پر اپنے اٹھائے سیکڑوں صدیوں کا بار
زندگی سے تھا کبھی معمور اب سنسان ہے
یہ خموشی اس کے ہنگاموں کا گورستان ہے
اپنے سکان کہن کی خاک کا دلدادہ ہے
کوہ کے سر پر مثال پاسباں استادہ ہے(۸)

اقبال قطب شاہی خاندان کے بادشاہوں کی قبروں اور گنبدوں کو دیکھ کر جو محسوس کرتے ہیں اس کو بیان کرتے ہیں کہ اس وقت آسمان نے بادل کی پرانی گڈری پہن رکھی تھی۔ جس کی وجہ سے چاند کے ماتھے کا آئینہ بھی غبار آلودہ ہو چکا تھا۔اقبال مزید کہتا ہے کہ وہ قلعہ جو کبھی اورنگزیب نے سترویں صدی کے آخری حصے میں فتح کیا تھا وہ اپنے کندھے پر بہت سے سالوں کا بوجھ لیے اب بھی کھڑا ہے لیکن اس میں ہنگامہ کوئی نہیں ہے۔آج وہ ویران ہے اس میں کسی قسم کی حرکت نہیں یہ خاموشی جو اس میں دکھائی دیتی ہے یہ دراصل اس کی رونق،اس کے شوروغل اور اس کی تگ ودو کا قبرستان ہے۔

مسجد قرطبہ

یہ عظیم مسجد وادی الکبیر (اندلس) کے قریب اس جگہ واقع ہے جہاں پہ سینٹ ونسنٹ کی یاد میں تعمیر کردہ گرجا گھر قائم ہے۔اس کا ایک حصہ پہلے ہی سے بطور مسجد مسلمانوں کے زیر تصرف تھا خلیفہ "عبدالرحمن الداخل" نے اس جگہ کی بھاری قیمت ادا کر کے خرید لیا اور 786ء میں دو سال کے قلیل عرصہ میں 80 ہزار دینار خرچ کر کے دیدہ زیب مسجد تعمیر کی۔اقبال وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کئی صدیوں بعد 1931ء میں اس مسجد میں اذان دینے اور نماز ادا کرنے کا شرف حاصل کیا۔اقبال کی شعر آفاق نظم "مسجد قرطبہ" میں انہوں نے اس مسجد کی تصویر کچھ یوں کھینچی ہے.

نظم: مسجد قرطبہ

اے حرم قرطبہ عشق سے تیرا وجود
عشق سراپا دوام جس میں نہیں رفعت و بود
تیرا جلال و جمال مرد خدا کی دلیل
وہ بھی جلیل و جمیل تو بھی جلیل و جمیل (۹)

علامہ مرحوم مسجد قرطبہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ اے مسجد قرطبہ! تیرا وجود عشق سے عبارت ہے چونکہ عشق سراپہ دوام ہے اس لیے تیرا وجود بھی سراپا دوام ہو گیا ہے۔ جس طرح تو جلیل و جمیل، پر شکوہ اور حسین ہے تیرا تعمیر کندہ بھی تیری طرح جلیل و جمیل اور عظیم ہے۔

نپولین کا مقبرہ

نپولین بونا پارٹ 1769ء- 1821ء کا شمار فرانس ہی نہیں دنیا کے چند عظیم ترین جرنیلوں میں ہوتا ہے۔پیرس کے قلب میں اس کا عظیم الشان مقبرہ تعمیر کیا گیا جو آج بھی مرجع خاص و عام ہے۔اقبال جب پیرس میں نپولین کے مقبرے میں گئے تو اس سے متاثر ہو کر انہوں نے یہ مختصر مگر

HEC Pakistan Y Category
ONLINE - ISSN- 3006-9785
PRINT - ISSN- 3007-245X

جامع نظم کہی۔

نظم: نپولین کے مزار پر

راز ہے راز ہے تقدیر جہاں تگ وتاز

جوش کردار سے کھل جاتے ہیں تقدیر کے راز

عاقبت منزل ما وادی خاموشان است

حالیہ غلغلہ در گنبد افلاک انداز(۱۰)

اقبال نے نپولین کے عملی کردار کو پیش نظر رکھتے ہوئے نظم لکھی ہے۔اقبال کہتے ہیں کہ زندگی بہت مختصر ہے اور دنیا میں عظیم لوگ وہی ہیں جو تقدیر بدلنے کا راز جان لیتے ہیں اور اپنی تقدیر آپ بناتے ہیں۔

پیرس کی مسجد

مسجد پیرس فرانس میں تعمیر ہونے والی پہلی مسجد ہے۔اس کا باقاعدہ افتتاح 15 جولائی 1926ء کو ہوا تھا۔علامہ اقبال نے 1932 میں دورہ پیرس کے موقع پر اس مسجد کا دورہ کیا تھا اور بعدازاں اپنے مجموعہ کلام "ضرب کلیم "میں" پیرس کی مسجد "کے عنوان سے ایک نظم لکھی.

نظم: پیرس کی مسجد

میری نگاہ کمال ہنر کو کیا دیکھے

کہ حق سے یہ حرم مغربی ہے بیگانہ

حرم نہیں ہے، فرنگی کرشمہ بازوں نے

تن حرم میں چھپادی ہے روح بت خانہ

یہ بت کدہ انہی غارت گروں کی ہے تعمیر

دمشق ہاتھ سے جن کے ہوا ہے ویرانہ(۱۱)

چونکہ یہ مسجد حکومت فرانس نے مسلمانوں کی اس مدد جو انہوں نے پہلی جنگ عظیم میں فرانس کی کی تھی کی وجہ سے تعمیر کی تھی۔اس لیے اقبال کہتے ہیں کہ یہ مسجد روح اسلام سے بالکل خالی ہے کیونکہ یہ مسجد اسلامی تبلیغ کے لیے نہیں بنائی گئی بلکہ مسلمانوں کی حمایت حاصل کرنے کے لیے تعمیر کی گئی ہے۔ روحانی لحاظ سے یہ کسی کھنڈر یا ویرانے سے کم نہیں ہے۔کیونکہ اس خانہ خدا کی شکل میں یورپ کے جادوگروں نے بت خانے کی روح پوشیدہ کر دی ہے۔اس وجہ سے حکومت فرانس کا یہ کام کسی طور پر بھی لائق تحسین نہیں ہے۔

مسجد قوت الاسلام

یہ مسجد دہلی میں عہد خاندان غلاماں کی ایک عظیم یادگار جس کا "قطب مینار" عالمی شہرت کا حامل ہے۔ہندوستان کی فتح کے بعد دہلی میں تعمیر کی جانے والی پہلی مسجد تھی۔1190ء کی دہائی میں اس کی تعمیر کا اغاز ہوا۔اقبال نے قوت الاسلام مسجد کو اپنا موضوع سخن بناتے ہوئے مسلمانوں کی شان وشوکت کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی غلامی کے بعد کی بربادی کا بھی تذکرہ کیا ہے۔مسجد کی موجودہ حالت کھنڈرات جیسی ہے۔

نظم: مسجد قوت الاسلام

کیوں مسلمان نہ خجل ہو تیری سنگینی سے
کہ غلامی سے ہوا مثل زجاج اس کا وجود
ہے میری بانگ اذاں میں نہ بلندی نہ شکوہ
کیا گوارا ہے تجھے ایسے مسلماں کا سجود (۱۲)

اقبال کہتے ہیں کہ مسلمان تیری پائیداری کو دیکھ کر اپنے ایمان کی ناپائیداری پر قطعاً شرمندہ نہیں ہے بلکہ وہ اپنی غلامی کو تقدیر سمجھ کر قبول کر چکا ہے۔اب مسلمان کی آذان میں نہ تو رفعت و عظمت ہے اور نہ ہی شان و شکوہ، رعب و دبدبہ ہے جو کبھی اذان سے فضا میں چھا جاتی تھی۔

اہرام مصر

مصر کے قدیم بادشاہوں نے مخروطی شکل کے جو مقبرے حنوط شدہ لاشوں کے لیے بنوائے۔ مصری تہذیب کے پر شکوہ اور لافانی یادگار ہیں۔اقبال اپنے مجموعہ کلام "ضرب کلیم" میں اہرام مصر کی شان و شوکت کا تذکرہ کرتے ہیں۔

نظم: اہرام مصر

اس دشت جگر تاب کی خاموش فضا میں
فطرت نے فقط ریت کے ٹیلے کیے تعمیر
اہرام کی عظمت سے نگوں سار ہیں افلاق
کس ہاتھ نے کھینچی ابدیت کی یہ تصویر
فطرت کی غلامی سے کر آزاد ہنر کو
صیاد ہیں مردان ہنر مند کہ نخچیر (۱۳)

ابوالہول (خوف کا باپ)

مصر کے علاقہ عنیزہ میں ایک بڑی چٹان کو تراش کر یہ مجسمہ تقریباً تین ہزار سال قبل بنایا گیا۔اس کے پنجے اور دھڑ شیر کے ہیں اور سر انسان کا۔ سورج دیوتا کی حیثیت سے اس کی پوجا بھی کی جاتی تھی۔ "ابوالہول" کا تذکرہ اپنے مجموعہ کلام "ضرب کلیم" کی نظم "اہل مصر سے" میں کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ

نظم: اہل مصر سے

خود ابوالہول نے یہ نقطہ سکھایا مجھ کو
وہ ابوالہول کہ ہے صاحب اسرار قدیم
ہر زمانے میں دگرگوں ہے طبیعت اس کی

کبھی شمشیر محمد ہے، کبھی چوب کلیم (۱۴)

ترک فوج اور ذمی عیسائیوں کا سامان

اس کے علاوہ اقبال نے ترکوں اور ذمی عیسائیوں کے سامان کے سلسلے میں جو واقعہ پیش آیا اس کو بھی بڑی عمدگی سے موضوع بنایا ہے۔ ترک فوجیوں نے خدا کے حکم کے آگے سر تسلیم خم کر لیا اور بھوکا مرنا پسند کر لیا لیکن کسی بھی شے کو ہاتھ نہ لگایا۔

چھوتی نہ تھی یہود و نصاریٰ کا مال فوج
مسلم خدا کے حکم سے مجبور ہو گیا (۱۵)

مزار شیخ مجدد الف ثانی

اقبال نے مزار شیخ مجدد الف ثانی کو بھی موضوع بنا کر "پنجاب کے پیرزادوں سے" نظم لکھی اس میں وہ بتلاتے ہیں کہ پنجاب میں پیروں اور ان کی آل اولاد نے حضرت مجدد کے فقر کو ترک کر رکھا ہے۔

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار (۱۶)

غرناطہ کا قصر الحمرا

ہسپانیہ (سپین) کے جنوب میں واقعہ شہر غرناطہ میں واقعہ "قصر الحمر" خاص شہرت کا مالک ہے۔ اقبال نے اس کو بھی موضوع سخن بنایا اس کے علاوہ اپنی نظم "ہسپانیہ" میں سپین میں مسلمان قوم کی عظمت کے نشانات کی ترجمانی کرتے ہیں۔

غرناطہ بھی دیکھا مری آنکھوں نے ولیکن
تسکینِ مسافر نہ سفر میں نہ حضَر میں
دیکھا بھی دِکھایا بھی، سُنایا بھی سُنا بھی
ہے دل کی تسلّی نہ نظر میں، نہ خبر میں! (۱۷)

مدینہ منورہ-دہلی-بغداد

"بلاد اسلامیہ" اقبال کی مشہور نظم بانگ درا میں جس میں وہ مدینہ منورہ کی عظمت، بغداد اور دہلی کا تذکرہ کرتے ہیں۔

وہ زمیں ہے تُو مگر اے خواب گاہِ مصطفیٰؐ
دید ہے کعبے کو تیری حجِّ اکبر سے سوا
خاتمِ ہستی میں تُو تاباں ہے مانندِ نگیں
اپنی عظمت کی ولادت گاہ تھی تیری زمیں
تُجھ میں راحت اُس شہنشاہِ معظّمؐ کو ملی
جس کے دامن میں اماں اقوامِ عالم کو ملی (۱۸)

شالامار باغ

اقبال نے شالامار باغ کا تذکرہ بھی اپنے کلام میں کیا۔

یہ شالامار میں اک برگِ زرد کہتا تھا
گیا وہ موسمِ گل جس کا راز دار ہوں میں
نہ پائمال کریں مجھ کو زائرانِ چمن
انھی کی شاخِ نشیمن کی یادگار ہوں میں (۱۹)

اقبال کی شاعری میں آثار قدیمہ کا ذکر محض ماضی پرستی یا تاریخی نوحہ گری نہیں بلکہ ایک عمیق پیغام کا حامل ہے۔وہ مسلمانوں کو اپنے شاندار ماضی کی یاد دلا کر مستقبل کے لیے ایک نیا ولولہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ان کے کلام میں آثار قدیمہ ایک ایسی علامت کے طور پر سامنے آتے ہیں جو قوموں کے عروج و زوال کی داستان سناتے ہیں اور اس سے سیکھنے کی دعوت دیتے ہیں۔وہ ہمیں یاد دلاتے ہیں کہ کھنڈرات میں دفن کہانیاں صرف قصے نہیں بلکہ ہمارے لیے ایک سبق ہیں کہ اگر ہم نے اپنی عظمت رفتہ کی قدروں کو فراموش کیا تو ہمارا انجام بھی ویسا ہی ہو سکتا ہے جیسا کہ صقلیہ، قرطبہ، یا قوت الاسلام مسجد کا ہوا۔

اقبال کے نزدیک آثار قدیمہ محض ماضی کی ایک جھلک نہیں بلکہ ایک آئینہ ہیں جس میں ہم اپنی موجودہ صورت دیکھ سکتے ہیں اور اس سے مستقبل کا تعین کر سکتے ہیں۔اقبال جب آثار قدیمہ کا مطالعہ کرتے ہیں تو قوموں کے عروج و زوال کے اسباب کو تلاش کرتے مزید برآں وہ مسلم تاریخ کے آثار قدیمہ کے ساتھ جب دیگر اقوام کے آثار قدیمہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو وہ اقوام کی تاریخ اور اخلاقیات کو بھی پیش نظر رکھتے ہیں۔

نتائج تحقیق:

آثار قدیمہ کے الفاظ عربی زبان سے تعلق رکھتے ہیں، جہاں "اثر" کا مطلب نشانات، آثار یا باقیات ہے، اور "قدیمہ" کا مطلب قدامت یا ماضی کی قدیم تہذیبوں سے ہے۔ یہ الفاظ صرف عمارات کے کھنڈرات یا تاریخی باقیات کو نہیں، بلکہ قدیم تہذیبوں کی روح، ان کے عروج و زوال اور ان کے ذریعے محفوظ کی جانے والی کہانیاں بھی ظاہر کرتے ہیں۔ لغوی اعتبار سے یہ مفہوم قدیم معاشروں کی نشاندہی کرتا ہے جو اب موجود نہیں ہیں، لیکن ان کے آثار آج بھی زندہ ہیں۔ادب میں آثار قدیمہ کا تصور ہمیشہ سے مختلف تہذیبوں کے زوال اور ان کے باقیات کے ذریعے اظہار کے طور پر سامنے آیا ہے۔ قدیم سمیری ادب میں "شہر آشوب" کی ابتدائی مثالیں ملتی ہیں، جہاں شہروں کی تباہی اور ان کے آثار کو شاعری کے ذریعے بیان کیا گیا۔ اقبال نے بھی اپنے اشعار میں ماضی کے ان آثار کا ذکر کیا ہے، اور ان کے ذریعے قوموں کے عروج و زوال کی کہانیاں پیش کی ہیں۔

اقبال کی شاعری میں آثار قدیمہ کا تذکرہ صرف ماضی کی یاد دہانی نہیں بلکہ ایک گہری بصیرت کا حامل ہے۔ وہ آثار قدیمہ کو محض تاریخی نشانات کے طور پر نہیں دیکھتے، بلکہ ان کے ذریعے وہ قوموں کی اخلاقی اور ثقافتی میراث کو زندہ رکھتے ہیں۔ اقبال کا خیال ہے کہ اگر ہم اپنے ماضی کی عظمت کو فراموش کر دیں گے تو ہمارا حال بھی انہی اقوام جیسا ہو سکتا ہے جو

تاریخ کے صفحات میں گم ہو چکی ہیں۔

مثال کے طور پر، اقبال کی نظم "صقلیہ" میں جزیرہ سسلی کا ذکر کرتے ہوئے وہ اسلامی تہذیب کی تباہی اور اس کے آثار کی موجودگی پر غم و غصہ کا اظہار کرتے ہیں۔ اسی طرح "مسجد قرطبہ" میں وہ اندلس کے مسلمانوں کی شان و شوکت کی یاد دلاتے ہیں اور آج کی حالت پر افسوس کا اظہار کرتے ہیں۔اس کے علاوہ، اقبال نے کئی تاریخی مقامات جیسے کہ قطب شاہی دور کی تعمیرات، اہرام مصر، اور نیپولین کا مقبرہ وغیرہ کو اپنے اشعار میں موضوع بنایا ہے۔ ان مقامات کو دیکھ کر وہ ماضی کی عظمت اور حال کی زوال پذیری پر غور کرتے ہیں اور قوموں کے عروج و زوال کے اسباب تلاش کرتے ہیں۔

اقبال کی شاعری میں آثار قدیمہ کا ذکر صرف ماضی کی یادگاروں کا تذکرہ نہیں ہے، بلکہ یہ ایک اہم پیغام ہے۔ وہ مسلمانوں کو اپنے شاندار ماضی کو یاد دلانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ اس سے سبق لے کر اپنے حال کو بہتر بنا سکیں۔ اقبال کے نزدیک آثار قدیمہ صرف ماضی کی عکس نہیں بلکہ ایک آئینہ ہیں جس میں ہم اپنی موجودہ حالت کو دیکھ کر اپنے مستقبل کا تعین کر سکتے ہیں۔ مجموعی طور پر، اقبال کی شاعری میں آثار قدیمہ کی تخلیقی پیشکش ایک گہری بصیرت کا حامل ہے جو نہ صرف ماضی کے آثار کو یاد کرتی ہے بلکہ ہمیں اپنی تاریخ سے سبق لینے اور اس کے ذریعے بہتر مستقبل کی تشکیل کی دعوت دیتی ہے۔

سفارشات

1. اقبال کی شاعری میں آثار قدیمہ کو ماضی کی تاریخ اور تہذیبوں کے مختلف پہلوؤں سے سمجھنا ضروری ہے۔
2. اقبال کی شاعری میں موجود تاریخی حوالوں کو صرف ماضی کی عکاسی کے طور پر نہیں بلکہ ان میں موجود گہرے پیغامات کو بھی سمجھا جائے۔
3. آثار قدیمہ کو قوموں کے عروج و زوال کے اسباب کے طور پر دیکھنا چاہیے تاکہ ہم اپنی موجودہ حالت کو بہتر سمجھ سکیں۔
4. اقبال کے اشعار میں ماضی کی غلطیوں سے سیکھ کر ہمیں اپنے معاشرتی و ثقافتی مسائل کو حل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔
5. اقبال کی شاعری میں آثار قدیمہ صرف ایک تاریخی حوالہ نہیں ہیں، بلکہ ان کا مقصد ہمیں اپنی شناخت اور تقدیر کو بہتر بنانے کی ترغیب دینا ہے۔
6. ماضی کی عظمتوں کو یاد کرنا اقبال کے نزدیک صرف غم و غصہ کا باعث نہیں ہونا چاہیے، بلکہ یہ ہمیں حال اور مستقبل میں بہتری لانے کا موقع فراہم کرتا ہے۔
7. اقبال کی شاعری کو ایک ذریعے کے طور پر استعمال کر کے ہم ماضی کی روشنی میں اپنے اجتماعی شعور کو بیدار کر سکتے ہیں۔
8. اقبال کا پیغام ہے کہ ہم اپنے ماضی کی اہمیت کو سمجھ کر اپنی تقدیر کو بہتر بنا سکتے ہیں۔
9. آثار قدیمہ کا ذکر صرف ادبی دلچسپی کا نہیں، بلکہ ان میں موجود درس اور رہنمائی کو اپنی زندگیوں میں نافذ کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

https://scholarinsightjournal.com/
ONLINE - ISSN- 3006-9785
Volume.3, Issue.1 (March-2025)
PRINT - ISSN- 3007-245X

10. اقبال کی شاعری میں موجود آثار قدیمہ کا پیغام یہ ہے کہ ہمیں ماضی کو یاد رکھنا چاہیے تاکہ ہم اپنی تقدیر کو بہتر بنا سکیں اور آئندہ آنے والی نسلوں کے لیے ایک روشن راستہ چھوڑ سکیں۔

حوالہ جات:

۱۔ سید احمد دہلوی، مولوی، ”فرہنگِ آصفیہ “ ،اُردو سائنس بورڈ، لاہور، ۲۰۰۳، ص:۱۱۵
۲۔ عبدالحق، پروفیسر، ”عصری لغت“، دہلی یونیورسٹی، دہلی، ۱۹۹۷، ص:۱۳
۳۔ خویشگی، عبداللہ خاں، ”فرہنگ آمرہ“، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۲۰۰۸، ص:۳۱
۴۔ نورالحسن نیر، مولوی، ”نوراللغات“، ترقی اُردو بیورو، دہلی، ۱۹۹۸، ص:۸۲
۵۔ ابنِ حنیف، دنیا کا قدیم ترین ادب، جلد دوم ندیم شفیق پرنٹنگ پریس، ملتان، ۱۹۹۸، ص: ۶۴
۶۔ محی الدین قادری زور، ڈاکٹر، کلیات محمد قلی قطب شاہ سلسلہ یوسفیہ، شمارہ 1، مکتبہ ابراہیمیہ، حیدر آباد، ۱۹۴۰، ص:۳۳۸
۷۔ اقبال، ڈاکٹر، ”بانگ درا“، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، لاہور، ۱۹۷۶، ص:۱۳۳
۸۔ ایضاً ص:۱۴۹
۹۔ اقبال، علامہ، ڈاکٹر، ”کلیاتِ اقبال اُردو“، اقبال اکادمی پاکستان، چھٹی منزل، ایوان اقبال، لاہور، ۲۰۱۸ ، ص:۴۲۱
۱۰۔ ایضاً ص:۴۷۹
۱۱۔ ایضاً، ص:۶۱۵
۱۲۔ ایضاً، ص:۱۹۴
۱۳۔ ایضاً ، ص:۶۲۷
۱۴۔ ایضاً، ص:۶۵۶
۱۵۔ ایضاً، ص:۲۴۶
۱۶۔ ایضاً، ص:۴۸۸
۱۷۔ ایضاً ، ص:۴۳۱
۱۸۔ ایضاً ، ص:۱۷۱
۱۹۔ ایضاً ص:۱۴۲

References:

.1Syed Ahmad Dehlvi, M., Farhang-e-Asfiya, Urdu Science Board, Lahore, 2003, p. 115 .

.2Abdul Haq, Prof., Asri Lughat, Delhi University, Delhi, 1997, p. 13 .
.3Khweshgi, Abdullah Khan, Farhang-e-Amrah, Maktaba National Language, Islamabad, 2008, p. 31 .
.4Noor-ul-Hassan Nair, M., Noor-ul-Lughat, Urdu Bureau of Development, Delhi, 1998, p. 82 .
.5Ibn-e-Hanif, The Oldest Literature of the World, Volume 2, Nadeem Shafiq Printing Press, Multan, 1998, p. 64 .
.6Mohiuddin Qadri Zor, Dr., Kulliyat-e-Muhammad Quli Qutb Shah, Yousufia Series, Issue 1, Maktaba Ibrahimia, Hyderabad, 1940, p. 338 .
.7Iqbal, Dr., Bang-e-Dra, Sheikh Ghulam Ali & Sons Publishers, Lahore, 1976, p. 133 .
.8Ibid., p. 149 .
.9Iqbal, Allama, Dr., Kulliyat-e-Iqbal Urdu, Iqbal Academy Pakistan, 6th Floor, Iqbal House, Lahore, 2018, p. 421 .
.10Ibid., p. 479 .
.11Ibid., p. 615 .
.12Ibid., p. 194 .
.13Ibid., p. 627 .
.14Ibid., p. 656 .
.15Ibid., p. 246 .
.16Ibid., p. 488 .
.17Ibid., p. 431 .
.18Ibid., p. 171 .
.19Ibid., p. 142.